Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 4, Issue 2
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

نوشاد علی خان

اسکالر پی ایچ ڈی، شعبہ لسانیات وادبیات اردو، قرطبہ یونی ورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور

ڈاکٹر تحسین بی بی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ لسانیات وادبیات اردو، قرطبہ یونی ورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور

سجاد حسین سرمد کی خاکہ نگاری

Naushad Ali Khan
Scholar PhD, Department of Urdu Linguistics and Literature, Cordoba University of Science and Information Technology Peshawar
Dr. Tahseen Bibi
Associate Professor, Department of Urdu Linguistics and Literature, Cordoba University of Science and Information Technology, Peshawar

Sketch By Sajjad Hussain Sarmad

In Urdu, sketching begins with Farhat Ullah Baig's writing "Nazir Ahmed's story, some of my words are their oral". Al thought Muhammad Hussain Azad also tried to show him moving pictures by describing the style of his dress and dialogue in detail for different poets in his book "Aab e Hayat" but first these pictures are blurred and incomplete and all the attention of 2nd Muhammad Hussain Azad has been focused on the heels and clothing .The term Urdu literature is the Urdu translation of the sketch English word sketch "For the gender of literature, the word sketch pin portrait is used in English, it is called sketch in Urdu", Sketch in Urdu is also called personality and metaphorical Sajjad Hussain Sarmad is the first sketcher of Camal Pur District Attock whose collection of sketches has been published as "Nishant e Sarmadi"

Key Words: , sketching, Farhat Ullah Baig's , Nazir Ahmed's,Muhammad Hussain Azad, pictures, dialogue, Urdu literature, sketch , pin portrait

کلیدی الفاظ : تذکرہ نگاری، وحدت تاثر، تصویر کشی، اعلیٰ کردار، سراپا نگاری، انشائیہ، قوتِ مشاہدہ، ضلع اٹک۔

اردو میں خاکہ نگاری کی صنف کا آغاز تذکرہ نگاری کی روایت سے جوڑنے کی کوشش کی جاتی ہے جس میں حلیہ نگاری کے مختصر نمونے مل جاتے ہیں لیکن وہاں مطمح نظر خاکہ نگاری نہیں تھا۔اردو زبان میں اس کا باضابطہ آغاز آغاز مرزا فرحت اللہ بیگ کے خاکہ "ڈپٹی نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی کچھ میری زبانی" سے ہوا۔

بعد ازاں اس سلسلے کے معتبر ناموں میں مولوی عبد الحق، سعادت حسن منٹو، شاہد دہلوی، شوکت تھانوی اور رشید احمد صدیقی شامل ہیں جنہوں نے اس صنف کو پروان چڑھانے میں نمایاں کارنامے سرانجام دیے۔انشائی خوبیوں کی حامل یہ صنف ایک طرف نثر کی اعلیٰ زبان میں لکھی جاتی ہے جب کہ دوسری طرف قابل قدر ہستیوں کی شخصی زندگی اور ادبی خدمات کا علم بھی کماحقہ فراہم کرتی ہے اور یوں اپنے اندر دوہری خوبیوں کی حامل اس صنف نے بہت کم عرصہ میں اپنی اہمیت منوالی۔گل ناز بانو خاکہ کی تعریف ان الفاظ میں کرتی ہیں:

""""انگریزی میں اس صنف کے لیے سکیچ یا پن پورٹریٹ کا لفظ مستعمل ہے۔اردو میں اسے خاکہ، شخصی مرقع اور قلمی خاکہ بھی کہا جاتا ہے مرقع کے لغوی معنی رنگ بہ رنگی

تصویروں کا البم ہے۔اس کے اصطلاحی معنی واقعے یا منظر کی تصویر کشی تخیل کی مدد سے کرنا ہے کہ کسی منظر کی تصویر اس طرح کھینچی جائے کہ وہ مثالی اور عینی بن جائے اس قسم کی تصویر کشی کو ادبی مرقع نگاری کا نام بھی دیا جاتا ہے۔دراصل شخصی مرقع بھی کسی شخصیت کی واقعات کے ساتھ ایک ایسی جان دار تصویر کشی ہے کہ وہ آنکھوں دیکھی معلوم ہونے لگے۔"(1)

پروفیسر عبدالحق نے عصری لغت میں:

"خاکہ کے لیے لفظ ڈھانچہ،چربہ،نقشہ اور پروگرام لکھے ہیں"(2)

جب کہ خاکہ نگاری کے ضمن میں محمد حسین خاکہ نگاری کی اولین تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"خاکہ صفحہ قرطاس پر نوک قلم سے بنائی ہوئی ایک شبیہہ ہے یہ بے جان،ساکت اور گم سم نہیں ہوتی یہ بولتی ہوئی متحرک اور پرکیف تصویر ہوتی ہے۔یہ ایک مصور یا بت تراش کے لیے بھی یہی ممکن ہے کہ اس پیکر میں کسی دل پذیر تیور کی جھلک بھی دے دے مگر ایسی تصویر بنانا مصور،بت تراش یا فوٹو گرافر کے بس سے باہر ہے جسے دیکھ کر ہم فرد کی سیرت اور انفرادیت کا بھی اندازہ کریں"(3)

ڈاکٹر محمد عمر رضا خاکہ نگاری کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

"خاکہ دراصل انگریزی لفظ سکیچ کے مترادف ہے جس کے معنی کچا نقشہ،ڈھانچہ یا لکیروں کی مدد سے بنائی ہوئی تصویر کے ہیں "(4)

خاکہ نگاری کی شرائط میں اختصار،وحدت تاثر،سراپا نگاری،واقعات کا انتخاب،اعتدال و توازن اور شگفتہ اسلوب شامل ہیں جب کہ اس کی اقسام میں تعارفی و سرسری خاکے،مدحیہ و توصیفی خاکے،تاثراتی خاکے،معلوماتی خاکے،اجتماعی خاکے اور تقریباتی خاکے شامل ہیں۔

ضلع اٹک میں اصناف ادب پر لکھی گئی تصانیف کی ایک کہکشاں نظر آتی ہے لیکن خاکہ کے حوالے سے باضابطہ تصنیف کی طرف سنجیدگی کے ساتھ توجہ نہیں دی گئی ایک آدھ خاکہ تو ہر ادیب نے لکھا ہے لیکن وہ بھی محض کسی تقریب میں پڑھنے یا رسالہ میں شائع کرنے کے لیے لکھا گیا ہے۔یہ اعزاز صرف نوجوان شاعر سجاد حسین سرمد کو حاصل ہے جنھوں نے اس حوالے سے پہلا قدم اٹھایا ہے اور سال ۲۰۱۸ میں "نشاطِ سرمدی" کے نام سے خاکہ کا مجموعہ تصنیف کیا اور ابھی تک اس صنف میں باقاعدہ اور مسلسل طبع آزمائی کر رہے ہیں۔سجاد حسین سرمد تحصیل فتح جنگ سے نکلنے والے مجلہ "دھنک رنگ" کے مدیر بھی ہیں اور ان کو بہ طور خاکہ نگار ہی جانا پہچانا جاتا ہے اور یوں محمد طفیل (مدیر نقوش) کے ساتھ ان کی قدر مشترک بنتی ہے۔سہ ماہی "جمالیات اٹک" کے سات شماروں میں بطور مشیر بھی کام کر چکے ہیں ۲۰۱۹ سے دھنک رنگ ہنوز شائع ہو رہا ہے جس کے گیارہ شمارے منصہ شہود پر آ چکے ہیں سال ۲۰۱۹ میں گورنمنٹ شجاع خان زادہ شہید ڈگری کالج حضرو میں بہ طور سی ٹی آئی اردو کے فرائض بھی سرانجام دے چکے ہیں اور اس سال کالج کے سالانہ مجلہ "سنگم" کے مدیر بھی رہے ہیں اور اس وقت فیڈرل کالج آف سائنس اینڈ کامرس اٹک کینٹ میں بطور اردو مدرس فرائض انجام دے رہے ہیں اس کالج کا سالانہ مجلہ "آگہی" آپ ہی کاوشوں سے منظر عام پر آیا اور آپ اس کے مدیر بھی ہیں اس طرح چار شماروں کی اشاعت آپ کی مرہونِ منت ہے جو کسی اعزاز سے کم نہیں۔

سجاد حسین سرمد ۱۳ اگست ۱۹۸۸ کو اٹک شہر میں نور حسین کے گھر پیدا ہوئے جب کہ آپ کا آبائی گاؤں بسال تحصیل جنڈ ہے۔بین الاقوامی شہرت یافتہ ادیب غلام جیلانی برق کا تعلق بھی اسی گاؤں سے ہے سرمد نے سرسید پبلک سکول اٹک شہر سے پرائمری کا امتحان پاس کیا اور پھر گورنمنٹ کمیونٹی ماڈل سکینڈری سکول اٹک سے میٹرک کا امتحان ۲۰۰۵ میں پاس کیا۔۲۰۱۲ میں ایف اے اور ۲۰۱۵ میں بی اے کا امتحان پاس کیا بعدازاں جامعہ پنجاب سے پرائیویٹ امیدوار کی حیثیت سے ۲۰۱۷ میں فرسٹ ڈویژن کے ساتھ ایم اے اردو کا امتحان پاس کیا۔

جامعہ نادرن نوشہرہ سے ۲۰۲۱ میں ایم فل کی ڈگری حاصل کی جہاں پر آپ کے مقالہ کا عنوان "ڈاکٹر محمد ایوب شاہد کی تنقید نگاری کا تجزیاتی مطالعہ" تھا جو ڈاکٹر منور ہاشمی کی زیر نگرانی لکھا گیا تھا۔ ۲۰۰۸ میں صاحب زادہ ابوالحسن واحد رضوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور باضابطہ طالب علم کی حیثیت سے عروض کے ابتدائی اسباق سیکھے آپ ۲۰۰۹ سے ۲۰۲۱ تک ضلع کچہری اٹک میں اردو انگلش کے کمپیوٹر کمپوزنگ کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے اور یہیں سے آپ نے اپنی تعلیم کے مراحل عبور کیے۔

۲۰۰۸ میں واحد رضوی صاحب کی وساطت سے ضلع اٹک کی ادبی برادری سے تعلقات استوار ہوئے کمپوزنگ کے شعبے سے تعلق رکھنے کے باعث یہ سفر نہ صرف آسان ہوا بل کہ ضلع اٹک کے ادبی منظر نامے کو قریب سے دیکھنے کا موقع بھی ملا مشاعروں اور دیگر ادبی مجالس میں باقاعدگی سے شرکت کرتے رہے اور ادیبوں کے ساتھ روزانہ کی بنیاد پر بیٹھکیں بھی ہونے لگیں اور بہت جلد انہیں احساس ہوا کہ اردو شاعری میں روایتی مضامین سے سرمو انحراف نہیں کیا جارہا نیز جدید رنگ غزل اور جدید مضامین شاعری میں شعرا نے ہر پیرائے میں بیان کر دیئے ہیں یوں چند غزلیات کا سرمایہ اکٹھا کرنے کے بعد انہوں نے نثر کی طرف رغبت اختیار کی کیوں کہ یہ میدان انہیں قدرے کشادہ نظر آیا۔

آپ نے سب سے پہلا خاکہ "حسین یادیں" کے عنوان سے اپنے بزرگ دوست اظہر محمد اظہر پر لکھا جو اظہر مرحوم کی وفات کے بعد ان کے دوسرے شعری مجموعہ "زمزمہ مگس" میں شائع ہوا جس پر حافظ نثار الحسینی کی حوصلہ افزائی اور اچھے تاثرات نے ان کی امید بندھائی اور یوں انہوں نے اپنے مرحوم دوستوں اور عزیزوں کی یادیں محفوظ کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ "نشاطِ سرمدی" میں اقبال کا مصرعہ "میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو" اسی رجحان کی عکاسی کرتا ہے۔

"نشاطِ سرمدی" اگست ۲۰۱۸ میں جمالیات پبلی کیشنز اٹک کے زیر اہتمام شائع ہوئی کتاب سو گرام کے صفحہ پر شائع کی گئی ہے جس کا ٹائٹل سعید ابراہیم بنایا۔

نشاطِ سرمدی ضلع اٹک کی شائع ہونے والی کتابوں میں ظاہری خوب صورتی کے حوالے سے سرِ فہرست شمار کی جائے تو بے جا نہیں ہوگا جب کہ صفحات کی تعداد ایک سو بارہ، خاکوں کی تعداد نو ہے جب کہ ان کی ذیل میں چالیس کے قریب شخصیات کا ذکر کسی نہ کسی حوالے سے کیا گیا ہے۔ کتاب مشتاق عاجز، ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد اور طاہر اسیر کے نام معنون ہے۔ جب کہ پروفیسر انور جلال نے مقدمہ "جنھیں ڈھونڈتی ہیں نظریں" کے عنوان سے لکھا ہے اور سجاد حسین سرمد نے "ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یارب" کے عنوان سے پیش لفظ لکھا ہے۔

فلیپ معروف فکشن نگار ڈاکٹر مرزا حامد بیگ نے تحریر کیا ہے۔ احمد علی ثاقب کی رائے بھی گردپوش کے ایک طرف درج ہے۔ کتاب کی اشاعت کے بعد شہزاد حسین بھٹی نے روزنامہ اساس میں اس کتاب پر مضمون لکھا جو کہ گوگل ایپ پر بھی موجود ہے جب کہ دھنک رنگ کے چوتھے اور نوے شمارے میں ڈاکٹر محمد عارف اور ڈاکٹر احسان اللہ طاہر نے اس کتاب پر تنقیدی مضامین بھی لکھے ہیں۔ شعبہ اردو گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین مردان سے "نشاطِ سرمدی کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" کے عنوان سے شہلا، سویرا قربان اور آسماء ضمیر بی ایس اردو کا مقالہ بھی لکھ رہی ہیں۔

یونی ورسٹی آف اوکاڑہ میں "اکیسویں صدی میں اردو خاکہ نگاری" کے عنوان سے لکھے گئے ایم فل اردو کے مقالہ میں اس کتاب کے حوالے سے سجاد حسین سرمد کو اکیسویں صدی کے خاکہ نگاروں میں شامل کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر محمد عارف آپ کی خاکہ نگاری پر یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

"سجاد حسین سرمد کے یہ خاکے معاشرے کے سچے، صاف، شفاف اور آئینہ صفت کرداروں کی زندگی کی تصویر کشی ہیں ضلع اٹک کے افراد کی زندگی پر نظر ڈالیں تو یہ محبتوں اور چاہتوں کے بے لوث پیکر ہی نہیں مہمان نوازی اور عمدہ اخلاق میں بھی اپنی مثال نہیں رکھتے۔ یہ شاہراہ زندگی پر ملنے والے وہ افراد ہیں جنھوں نے اپنے اعلیٰ کردار، حسن عمل، بے پناہ شفقت اور سیرت و عمل کے ذریعے انہیں متاثر کیا گیا ہے۔" (5)

سجاد حسین سرمد نے ضلع اٹک کی ایک معروف شخصیت نذر صابری پر خاکہ بہ عنوان "صابری صاحب" لکھا ہے اور ان پر لکھتے ہوئے آپ نے بہت پیار بھرا انداز اپنایا ہے ان کی ادبی سرگرمیوں کو بھرپور عکس ہمیں اس خاکے میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ ادبی شان کا حامل یہ خاکہ نہ صرف صنفی اعتبار سے اہم ہے بل کہ ضلع اٹک کی ادبی تاریخ میں بھی ایک نمایاں مقام رکھتا ہے ان کی انداز تحریر پیش نظر ہے:

"دسمبر ۲۰۱۳ کی صبح نزاکت علی نازک نے یہ دلدوز اور ہوش ربا خبر سنائی کہ جس ہستی سے استفادہ کرتے ہوئے ہم نے ہوش کا پہلا قدم رکھنا سیکھا تھا وہ ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئی اور یوں اٹک والوں پر موت کے سائے اور گہرے ہو گئے ۔۔۔ یادداشتوں کے گراں بہا اندوختے کے باوجود ان کے بارے میں کچھ لکھنا محض سورج کو چراغ دکھانا ہے ۔۔۔ میرا مقصد ان کے فن کے بجائے ان لمحوں کو زندہ کرنا ہے جو ان کے ساتھ گزارنے کا عظیم وسیلہ بنے۔"(6)

اس خاکے کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ نذر صابری سے وابستہ تمام عقیدت مندوں کو "ہمدم دیرینہ" کے ذیلی عنوان کے ذریعے بیان کیا گیا ہے جس سے ہمیں ضلع اٹک کے ان قابل ذکر ناموں کا علم ہوتا ہے جو اس گھنے سائے میں پل کر عظیم بنے۔ آپ نے ضلع اٹک کے ایک گمنام شاعر وقار احمد آس کے ساتھ گزرے ہوئے دنوں کی یادوں کو بھی دہرایا ہے وقار احمد آس کی زندگی جدوجہد، ناکامیوں اور دکھوں کی نہ ختم ہونے والی داستان ہے خاکے کا اختتام ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"وقار صاحب کو تادم مرگ اس بات کا صدمہ رہا کہ وہ کئی لوگوں کے مقروض ہیں اور یہ بوجھ آخری عمر تک اپنے کندھوں پر لادے رکھا ان کے دگرگوں حالات اس بوجھ کو اتارنے کے متحمل نہ ہو سکے۔"(7)

"" شیخ صاحب" کے نام سے اظہر محمد اظہر کی شخصیت پر لکھا گیا خاکہ ہے یہ تین خاکے ادبی شخصیات پر لکھے گئے جب کہ "دلاور استاد" کو بھی نیم ادبی شخصیت سمجھا جا سکتا ہے کیوں کہ ان کا دفتر ادیبوں کی آماجگاہ تھا جہاں موسیقی کا لطف اٹھانے کے لیے شعرا جمع ہوا کرتے تھے۔ "بھاگ بھری" کے نام سے اپنی دادی کی خوب صورت یادوں کو سپرد قرطاس کیا گیا ہے جس سے ایک طرف پاکستان کی دیہاتی زندگی کے خوب صورت نقوش ابھرتے ہیں تو دوسری طرف ان کی عقیدتوں کا پتہ چلتا ہے کتاب میں شامل سب سے دل چسپ خاکہ یہی ہے جس میں سنجیدگی اور ظرافت ہم رکاب نظر آتے ہیں ایسا ہی ایک اقتباس پیش نظر ہے:

"" دادی ایک لطیفہ بھی تھیں قوت سماعت میں خلل کے باعث آہستہ آواز سنائی نہ دیتی تھی لہٰذا بعض اوقات اپنی اس کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لیے کان پڑی آواز یا بات کا مطلب خود کشید کر لیتیں ۔۔۔ ایک بار میری بھانجی نے ان سے کہا، ماں سموسہ کھاسو! دادی نے حسبِ معمول آواز سن کر یہی سمجھا کہ حال پوچھ رہی ہو گی لہٰذا بے باکی سے کہہ دیا "نئی پتر ول آں، نہیں میں ٹھیک ہوں"۔(8)

"ماماداد" ان کے خالو تھے جن کے خاکے میں خانقاہی عقیدتوں کے ساتھ ساتھ طلسماتی رنگ بھی دکھائی دیتا ہے۔ "بابا منیر" ان کے ہاں کچہری میں آنے والا ایک گمنام کردار ہے جو جوانی میں چالاک اور شاطر رہ کر اب شرافت کا جامہ اوڑھنے بیٹھا ہے بڑھاپا اچھے بھلے آدمی کے بل نکال دیتا ہے اس خاکے سے یہی نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔

"حاجی عبداللطیف" سے سرمد نے مسجد نور میں ناظرہ قرآن کی تعلیم حاصل کی تھی یہ خاکہ ان کے بچپن کے احوال کا عکس بھی پیش کرتا ہے۔ آخری خاکہ "پولی ٹیکنیک کے اساتذہ" میں انہوں نے گورنمنٹ پولی ٹیکنکل کالج اٹک میں گزارے گئے ایک سال (۲۰۰۶) کا احوال قلم بند کیا ہے یہ خاکے توصیفی اور تنقیصی دونوں رنگوں کے حامل ہیں۔ انداز تحریر پختہ ہونے کے باوجود صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں انہوں نے قدرے عجلت کا مظاہرہ کیا ہے

سجاد حسین سرمد کے یہ خاکے قوت مشاہدہ اور تجزیہ نگاری کے اعتبار سے منفرد و ممتاز مقام کے حامل ہیں آپ نے ایک طرف شخصی حوالے سے خدوخال دکھائے ہیں تو دوسری طرف فکر و فن کی تصویر کشی بھی خوب صورت انداز میں کی ہے پروفیسر انور جلال نے بجا طور پر کہا ہے کہ:

"سجاد حسین سرمد کا اندازِ تحریر پختہ ہے اور انہیں سلیقہ ہے کہ موضوع کی مناسبت سے عمدہ الفاظ ڈھونڈ ڈھونڈ کر استعمال کر سکیں۔ جذباتی فضا کو لفظوں میں بیان کرنا سرمد کو خوب آتا ہے اپنے آس پاس کی شخصیات کا غور سے مشاہدہ اور ان کی شخصیت کے داخلی پہلوؤں کو عمیق نظروں سے دیکھنے کا شوق، اگر انہوں نے جاری رکھا تو اس فن کو مزید تقویت دے سکیں گے۔"(9)

نشاطِ سرمدی میں لکھے گئے خاکوں کے بعد بھی سجاد حسین سرمد کا سفر رکا نہیں اور اب تک مزید پانچ خاکے لکھ چکے ہیں جو "دھنک رنگ" کے مختلف مجلوں کی زینت بنتے رہے ہیں۔ ان میں "راشد علی زئی کی یاد میں"، "ماما شبیر"، "کیپٹن صاحب"، "مغل صاحب" اور ہاشمی صاحب" شامل ہیں۔ مجلہ ذوق کے "طاہر اسیر نمبر" کے لیے "تیری زلفوں کے

سب اسیر ہوئے" کے نام سے خاکہ منصبہ شہود پر آجائے گا۔ حافظ نثار الحسینی مرحوم کی یاد میں "حافظ صاحب" اور اپنے والد مرحوم کے لیے "ابو" کے نام سے بھی خاکہ تحریر کر رہے ہیں جس کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ وہ ان کا طویل ترین خاکہ ہو گا۔

حوالہ جات

١. گل ناز بانو، خاکہ کیا ہے؟ مشمولہ اردو خاکہ نگاری، مرتبہ شاہد حنائی، کراچی: اکادمی بازیافت، ٢٠١٥، ص ١١۔

2۔ عبدالحق، پروفیسر، عصری لغت، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو، 2014، ص 171۔

3۔ محمد حسین، خاکہ نگاری، مشمولہ نگار کراچی: جون 1969، ص 42.

4۔ محمد عمر رضا، ڈاکٹر، اردو میں سوانحی ادب فن اور روایت، لاہور: فکشن ہاؤس، 2012، ص 232۔

5۔ محمد عارف، ڈاکٹر، نشاطِ سرمدی پر ایک طائرانہ نظر مشمولہ دھنک رنگ ۴، اٹک: نایاب پبلیشرز، ٢٠١٩، ص ٩٦۔

6۔ سجاد حسین سرمد، نشاط سرمدی، اٹک: جمالیات پبلی کیشنز، ٢٠١٨، ص ٢١۔

7. ایضاً، ص ٥٩۔

8. ایضاً، ص ٩٧۔

9۔ انور جلال، پروفیسر، مضمون بہ عنوان، جنھیں ڈھونڈتی ہیں نظریں، مشمولہ نشاطِ سرمدی، ص ١٦۔